عائلی معاملات: مشکوٰۃ المصابیح کی شروح خیر المفاتیح اور خیر التوضیح کا تقابلی جائزہ

A Comparative Review of Selected Family Matters in Khair ul Touzeeh and Khair ul Mufateeh Interpretations of Mishkaat ul Masabeeh

Dr. Aqsa Tariq
Lecturer, Institute of Arabic and Islamic Studies, GCWU, Sialkot
Email: aqsatariq44@gmail.com

Ayesha Shabbir
Lecturer, Institute of Arabic and Islamic Studies, GCWU, Sialkot
Email: ayesha.shabbir@gcwus.edu.pk

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

***Abstract**:*
The knowledge of hadith is a vast knowledge. Mostly all the hadiths of Sihah Sitta sums up in the "Mishkaat-ul-Masabeeh". Many interpretations of Mishkaat-ul-Masabeeh have been written in the subcontinent. In view of the importance and position of Mishkaat-ul-Masabeeh, the scholars of the Ummah have arranged its Arabic, Persian and Urdu interpretations in every era. The Urdu Sharhoohat of Mishkaat-ul-Masabeeh "Khair ul Mafatih and Khair ul Touzeeh" is also the link of the same chain. Maulana Mufti Abdul Rasheed Sahib is the author of "Khair ul Mafatih" and consists of six volumes. The main features of Khair ul Mafatih and Khair ul Touzeeh is that it is a detailed research phase of Mishkaat-ul-Masabeeh. The reason for choosing it is that it has been written in a very simple and easy way. In this article, the purpose of this research is to explain the style, characteristics and comparison of these two books of Ahadith related to specific family matters in a narrative and reasoned manner. The reason for doing research on Khair ul Mafatih is that the author has clarified the difficult words of the Holy Hadith. Through question and answer, he has made difficult researches easier. He has deduced new and legal issues. The religions of the jurists have been explained with arguments. The author has described the brief situations of the hadith narrators. He has made headings and paragraphs in the detailed topic. This rate is more comprehensive than other explanations.
***Keywords**: Family Matters, Comparison, Analysis, Khair ul Touzeeh, Khair ul Mufateeh, Selected issues*

تعارف:

حدیث کا علم ایک وسیع علم ہے۔ برصغیر میں مشکوٰۃ المصابیح کی بہت سی شروحات لکھی جاچکی ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی اہمیت و مقام کے پیشِ نظر علمائے امت نے ہر دور میں اس کی عربی، فارسی اور اردو شرح کا اہتمام کیا ہے۔ ہر دور میں ان شروحات میں اضافہ ہوا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں لیکن اس مقالے کے لیے دو اہم اردو شروحات "خیر التوضیح اور خیر المفاتیح" کا انتخاب کیا گیاہے۔ مولانا مفتی عبد الرشید صاحب نے شب و روز محنت کے بعد ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی اردو شرح خیر التوضیح تالیف فرمائی۔ یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ عام فہم اور احادیث کا عربی متن قرآنی فاؤنٹ میں اعراب سے مزین ہے۔ حدیث پاک کے

مشکل الفاظ کی توضیح آسان الفاظ میں کی ہے تا کہ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے آسانی رہے۔ مشکل ابحاث کو سوال و جواب کے طریقہ کار کے ذریعے آسان کیا ہے۔ اس شرح میں جدید و قدیم فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ متعلقہ حدیث کے تحت فقہاء کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کیے ہیں۔ مستدلات فقہ حنفیہ کی وجوہِ ترجیح کا ذکر کیا ہے۔ احادیث میں تعارض کی صورت میں دلنشین مطابقت قائم کی ہے۔ حضرات اکابر علماء کرام کے افادات کا نچوڑ ہے۔ اس شرح میں تدریس کا انداز انتہائی سہل ہے۔ مولانا نے راویوں کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ الغرض خیر التوضیح میں مفصلاً حدیث کی شرح بیان کی گئی ہے تا کہ قارئین موضوع کی گہرائی کو جانچ سکیں۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک اور اہم شرح" خیر المفاتیح" ہے۔ خیر المفاتیح علامہ شبیر الحق کشمیریؒ قدیم وجدید شارحین حدیث کے علوم و معارف کی امین مشکوٰۃ شریف کی پہلی مفصل شرح ہے۔ جنہوں نے پانچ سال کی شب وروز محنت کے بعد "مشکوٰۃ المصابیح" کی اردو شرح تالیف فرمائی۔ یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی مفصل تحقیقی شرح ہے۔ اس شرح میں ہر لائن کے نیچے سلیس اُردو ترجمہ موجود ہے۔ حدیث سے جدید و قدیم فقہی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔ آئمہ فقہا کے مذاہب مع دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کی تشریح مشکل الفاظ کی تسہیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ فقہ حنفی کے ترجیحی مدلل و مسکت جوابات کو پیش کیا گیا ہے۔ لغوی، اصلاحی اور صرفی نحوی مباحث بھی موجود ہیں۔ طویل مباحث میں مختلف امور کے ذریعے تفصیلات کو اقرب الی الفہم بنایا گیا ہے۔ مغلق و مجمل مقامات کی دلنشین شرح ہے۔

سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ:

مشکوٰۃ المصابیح پر شیخ زاید اسلامک سنٹر لائبریری میں بی-ایس کی سطح پر چند مقالہ جات موجود ہیں جن میں مشکوٰۃ المصابیح کے ابواب کا منتخب شروحات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں: باب الوسوسہ مشکوٰۃ المصابیح ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح اور مظاہر حق جدید کی روشنی میں از اسماء اظہر؛ باب مناقبِ صحابہ مشکوٰۃ المصابیح کی منتخب شروحات کی روشنی میں از بسمہ اشرف اور باب الکبائر از مشکوٰۃ المصابیح کا تحقیقی جائزہ (مرقاۃ المفاتیح اور مظاہر حق جدید کی روشنی میں) از ثناء حسین شامل ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شروحات" خیر المفاتیح اور خیر التوضیح کے تقابلی موازنہ کے حوالے سے" ابھی تک کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا اس لیے اس آرٹیکل میں پوری کوشش کی جائے گی کہ اس شروحات کا تفصیلا جائزہ لیا جاسکے۔ علاوہ ازیں علمی حوالے سے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس قسم کے موضوعات پر کام جاری رکھا جائے۔ تاہم پیش کردہ مضمون موضوع اور منہج و مواد کے حوالے سے مختلف ہے۔

مقالہ کا منہج:

اس آرٹیکل میں "مشکوٰۃ المصابیح" کی شروحات 'خیر التوضیح اور خیر المفاتیح' کو منتخب کیا گیا ہے اور ان کا انتخاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انتہائی سہل اور آسان انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث کے راویوں کے حالات کو بھی بیان کیا ہے۔ اسلوبِ تحقیق بیانیہ اور تقابلی ہے۔ نیز ان شروحات پر تحقیقی کام کرنے کی وجہ ان کی خوبیوں کو بیان کرنا اور ان کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں خلاصہ بحث اور نتائج وسفارشات بھی شامل ہیں۔ دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے کہ حدیث کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کام کیا جائے تا کہ ہر خاص وعام ان انمول ذخائر سے مستفید ہو سکے۔

اہمیت وافادیت:

قرآن کریم ایک اصولی کتاب ہے۔ اس کا کام اصول وکلیات بیان کرنا ہے اور اس کی جزئیات ہمیں رسول کریمؐ کی احادیث سے ملتی ہیں۔ آرٹیکل کا موضوع مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شروحات کا تقابلی جائزہ ہے۔ خیر التوضیح اور خیر المفاتیح مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شروحات ہیں۔ ان شروحات میں مؤلفین نے مختلف مسائل اور امور کو بیان کیا ہے۔ ان مسائل میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دونوں شروحات میں ان کے مؤلفین نے بیان کئے ہیں اور کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں یہ مؤلفین منفرد ہیں یعنی ایک نے بیان کیا ہے اور دوسرے نے نہیں۔ اس مقالہ میں عائلی معاملات کے حوالے سے مذکورہ چند مسائل کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز مقالہ ھذا میں چند پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا جن میں باب الولی فی النکاح واستیذان المراۃ، مدت رضاعت، باب الصداق، باب الخلع والطلاق اور باب العدۃ شامل ہیں کہ مؤلفین نے کن امور کو تفصیلاً اور کن امور کو اختصارا بیان کیا ہے۔

1. **باب الولی فی النکاح واستیذان المراۃ:**

حَدثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَلاَ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ» فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: «إِذَا سَكَتَتْ»[1] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! اس کا اذن کیسے ہے فرمایا یہ کہ وہ خاموش رہے۔ (یعنی خاموشی اختیار کرنا اس کا اذن ہے).

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا»[2] قال الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا»[3]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نفس کی مالک ہے اور کنواری سے اس کے نکاح کے بارے میں اجازت طلب کی جائے۔ اس کا اذن چپ رہنا ہے۔ فرمایا: بیوہ عورت اپنے نفس کی خود مالک ہے اور کنواری سے اس کا باپ اجازات طلب کرے اس کے نکاح کرنے میں اس کی اجازت چپ رہنا ہے

شرح:

صاحبِ خیر التوضیح کا موقف: سب سے پہلے مؤلف نے ''ایم، تستا مر اور تستا ذن '' کی وضاحت کی ہے۔ ''امراۃ لا زوج لھا صغیرۃ او کبیرۃ ''، یعنی ''ایم'' اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت چھوٹی ہو یا بڑی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسی باکرہ جس کی بکارت زائل ہوگئی خواہ نکاح سے یا زنا سے یا چھلانگ لگانے سے یا کسی اور وجہ سے تو اس کی اجازت بھی نطق (بولنا) شرط ہے کیونکہ یہ بھی ثیبہ ہے امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ یہ باکرہ کے حکم میں ہی ہوگی۔ اس حدیث میں ''الایم'' سے مراد ثیبہ ہے۔ اس سے وہ عورت بھی خاص ہوگئی جس کی بکارت نکاح کے بغیر زائل ہوگئی ہو اس وجہ سے بعض نے کہا ہے یہ حدیث شوافع پر حجت ہے۔[4]

اس حدیث میں ''الایم '' کے ساتھ ''تستا مر '' کا لفظ ہے یعنی امر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ثیبہ میں چونکہ اپنی نسوانی حیا باقی نہیں رہتی اس لئے اس سے نکاح کا معاملہ واضح کر دیا جاتا ہے جہاں وہ حکم کرتی ہے وہیں اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اور باکرہ کے ساتھ تستاذن کا ذکر ہے یہ دوشیزہ ہوتی ہے اس میں حیاء کامل ہوتی ہے اس لئے ولی یا ولی کے وکیل کی اجازت نکاح کے وقت باکرہ کا چپ رہنا یا آنسو بہانا اس کی رضامندی کی دلیل ہوتی ہے۔ مؤلف نے اس کے تحت ایک اختلافی مسئلہ ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ولایت اجبار کا کیا حکم ہے ؟ "ولایت اجبار کہتے ہیں کہ ولی جبری طور پر لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کر دے"۔ رہی یہ بات کہ ولایت اجبار کا مدار کس پر ہے ؟اس کے بارے میں مختلف اقوال کا ذکر کیا ہے۔

قول اول: امام شافعیؒ کے نزدیک ولایت اجبار کی علت بکارت ہے کہ اگر عورت باکرہ ہے خواہ بالغہ ہو یانابالغہ ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کر سکتا ہے اور اگر ثیبہ ہے تو اس کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتا۔

قول ثانی: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی چار صورتیں ہیں۔

i. ثیبہ بالغہ کے لئے بالاتفاق ولایت نہ ہوگی۔

ii. باکرہ صغیرہ پر بالاتفاق ولایت اجبار ہوگی۔

iii. ثیبہ صغیرہ کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ولایت اجبار ہوگی جبکہ شوافع کے نزدیک ولایتِ اجبار نہ ہوگی۔

iv. باکرہ بالغہ کے لئے شوافع کے نزدیک ولایت اجبار ہوگی احناف کے نزدیک نہیں ہوگی۔

پھر اس مسئلہ سے متعلق مختلف دلائل دیئے ہیں۔

امام شافعیؒ کے دلائل:

- **امام شافعیؒ کی پہلی دلیل:** حدیث الباب کا جزء اوّل ہے اس میں ہے ''لا تنكح الايم''تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ باکرہ سے اجازت کی ضرورت نہیں اس کا نکاح بغیر اجازت کے بھی درست ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت بکر ہے نہ کہ صغر۔
- **امام شافعیؒ کی دوسری دلیل:** اسی باب کی دوسری حدیث کا جزء اوّل ہے'' الایم احق بنفسها ''کہ ثیبہ اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ لہٰذا ثیبہ پر ولایت اجبار نہیں ہے اس کا مفہومِ مخالف یہ ہوا کہ باکرہ پر ولایت اجبار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علت بکر ہے نہ کہ صغر۔

امام ابو حنیفہؒ کی پہلی دلیل: اسی باب کی حدیث ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:«لاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَلاَ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ» فَقِيلَ:يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ:إِذَا سَكَتَتْ- کہ باکرہ سے بھی اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

دوسری دلیل: اسی باب کی دوسری حدیث ابن عباس ہے۔

''والبكر تستاذن و تستا مر الايم احق بنفسها من وليها ''**لغت میں ایم کہا جاتا ہے اس عورت کو جس کا زوج نہ ہو خواہ مطلقہ ہو یا** متوفی (عنہازوجہا) یا بالکل شادی نہ ہوئی ہو۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل کا جواب:

- کہ مفہومِ مخالف ہمارے (احناف) نزدیک قابلِ حجت نہیں ہے جبکہ شوافع کی دلیل مفہومِ مخالف سے ہے اور ہماری حدیث منطوق سے ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہوگی۔
- دوسری وجہ یہ ہے کہ شوافع حدیث کے ایک جزء کو دیکھ رہے ہیں دوسرے جزء کو نہیں جبکہ دوسرے جز سے اس کی نفی ہو رہی ہے۔

- تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے "الایم" سے مراد ثیبہ لیا ہے حالانکہ "الایم" اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو پھر یہ عام ہے اس سے مراد ثیبہ بالغہ اور باکرہ بالغہ ہے اور ثیبہ بالغہ اور باکرہ بالغہ میں ہمارے ہاں ولایت اجبار نہیں ہے لہٰذا حدیث میں "الایم" سے مراد شادی شدہ ثیبہ ہے۔[5]

صاحب خیر المفاتیح کا مؤقف: صاحب خیر المفاتیح نے اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے "الایم" کی تفصیلاً وضاحت کی ہے ثیبہ کی بھی وضاحت کی ہے خیر التوضیح میں بھی اس کا تفصیلاً ذکر ہے۔ فقہاء کی اس بارے میں آراء کو پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورتوں کی چار قسمیں ہیں:

- اول ثیبہ بالغہ یعنی وہ بیوہ عورت جو بالغ ہو، ایسی عورت کے بارے میں متفقہ طور پر علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ عاقلہ ہو یعنی دیوانی نہ ہو اگر عاقلہ نہ ہوگی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح ہو جائے گا
- دوم باکرہ صغیرہ یعنی وہ کنواری لڑکی جو نابالغ ہو، اس کے بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے
- سوم ثیب صغیرہ یعنی وہ بیوہ جو بالغ نہ ہو، اس کے بارے میں حنفی علماء کا تو یہ قول ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ہو سکتا ہے لیکن شافعی علماء کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے
- چہارم باکرہ بالغہ یعنی وہ کنواری جو بالغہ ہو، اس کے بارے میں حنفی علماء کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں لیکن شافعی علماء کے نزدیک جائز ہے۔

تجزیہ: گویا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ حنفی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار صغر پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کی اجازت کے بغیر کر دینے کا حق اسی صورت میں حاصل ہوگا جبکہ وہ کمسن یعنی نابالغ ہو خواہ وہ باکرہ (کنواری) یا ثیب (بیوہ) ہو جبکہ شافعیؒ علماء کے نزدیک ولایت کا مدار بکارت پر ہے۔[6]

صاحب خیر المفاتیح نے باب کا عنوان لکھنے کے بعد اس کا مختصراً تعارف دیا ہے اور ولی کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

تعریف: ولی لغت میں منتظم اور کارساز کے معنی میں ہے یہ ولایت سے ماخوذ ہے جو "تنفیذ الحکم علی الغیر" کو کہتے ہیں یہاں ولی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کی نکاح کا اختیار رکھتا ہو، اور اس کا قانونی ذمہ دار ہو۔ پھر حقِ ولایت کے لئے شرائط کا ذکر کیا ہے:

- آدمی کا آزاد ہونا
- بالغ ہونا
- مسلمان ہونا

علماء کے اقوال کا ذکر کیا ہے اور دلائل میں اختصار سے کام لیا ہے۔

صاحب خیر التوضیح نے سب سے ولی کے صدر کا ذکر کیا ہے (ولی ولایۃ سے ماخوذ ہے)۔ ولی کی اصطلاحی تعریف بیان کی ہے اور شرائط کا ذکر کیا ہے۔ ولایت کی دو اقسام کا ذکر کیا ہے۔

i. ولایت اجبار: کسی دوسرے پر جس کو مکمل اختیار ہو اور یہ اجازت کا محتاج نہ ہو۔
ii. ولایت استحباب: کسی دوسرے پر جس کو اختیار ہو لیکن اس کی اجازت بھی ضروری ہو۔

خیر المفاتیح میں ولایت کی اقسام کا ذکر نہیں۔ خیر المفاتیح کے برعکس خیر التوضیح میں تفصیلاً علماء کرام کے اقوال کو بیان کیا گیا ہے اور ان کے دلائل دیئے گئے ہیں اور حنفی قول کو ترجیح دی گی ہے۔

2. **مدت رضاعت:**"عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ، وَعِنْدَهَا رَجُلٌ كَأَنَّهُ كَرِهَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «انْظُرْنَ مَا إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ»"[7] حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے اور ان کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا بیٹھنا ناپسند فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شرعی طور پر رضاعت وہ دودھ ہے جس کو بھوک مٹانے کے لئے پیا گیا ہو۔

تشریح:

صاحبِ خیر التوضیح کا مؤقف: مفتی عبد الرشیدؒ لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرمت بھی اس رضاعت سے ثابت ہوتی ہے جس رضاعت میں بھوک ہو اور بچے کے لئے کھانے کے قائم مقام ہو یعنی بچپن کی حالت میں ہو اور مدتِ رضاعت کے اندر دودھ پیا ہو اور اتنا پیا ہو کہ بھوک مٹ گی ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہو گی و گرنہ نہیں ہو گی اور سیدہ عائشہؓ جس شخص کو اپنا بھائی قرار دے رہی تھیں اس نے بڑی عمر میں دودھ پیا تھا اور سیدہ عائشہؓ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اس کی وجہ سے بھی حرمت ثابت ہو گی حالانکہ بڑی عمر میں دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کا مسلک یہی ہے کہ جیسے بچپن کی حالت میں دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بڑی عمر میں دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ ائمہ اربعہ کے ہاں حالتِ کبر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کا مستدل:

سہلہ بنتِ سہیل اور سالم کا واقعہ ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل یہ ابو حذیفہ کی بیوی تھیں۔ یہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں اے اللہ کے رسول ﷺ میرے شوہر نے سالم کو بیٹا بنایا ہوا ہے اور شادی بھی اپنی بھتیجی کے ساتھ کر دی ہوئی ہے اور اس کا ہمارے گھر آنا جانا بھی ہے اب قرآن کریم میں آیا ہے۔ ''ادعوهم لابائهم هوا قسط عندالله''[8]

تو اب میں کیا کروں تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا تو اس کو اپنا دودھ پلا دے تو وہ تیرا رضاعی بیٹا بن جائے گا لہٰذا آنا جانا جائز ہو گا تو انہوں نے اپنا دودھ ان کا پلا دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ بڑی عمر میں دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

ائمہ اربعہ کے دلائل:

i. **پہلی دلیل:**"والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين"-[9] اس سے معلوم ہوا کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔

ii. **دوسری دلیل:**"وحمله وفصاله ثلاثون شهرا" -[10] اور"وفصاله في عامين" اس سے بھی معلوم ہوا کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی دلیل کا جواب:

- کہ یہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے پھر منسوخ ہو گیا۔
- کہ یہ ایک واقعہ جزئیہ تھا جو صرف ان دونوں کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔

قالت ما نرى الا ر خصة ارخصها النبیﷺ خا صة دون النا س-

صاحب کتاب نے اس سلسلہ میں ایک اختلافی مسئلہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ مدتِ رضاعت کتنی ہے؟ اس سلسلہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اول: ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے

قول ثانی: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت اڑھائی سال ہے لیکن فتوی صاحبین کو قول پر ہے

ائمہ ثلاثہ کی پہلی دلیل: قرآن پاک کی آیت ہے "والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين"[11]

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل: حضرت ابن عباس کی دلیل ہے:''لا يحرم الر ضا عته الا فی حولين '' یعنی رضاعت محرم نہیں مگر جو دو سال میں ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کی پہلی دلیل: قرآن کریم کی آیت: "وحمله وفصاله ثلاثون شهرا"۔ تو یہاں حمل وفصال کی مدت تیس مہینے بیان کی گی ہو تو یہاں اصول یہ ہے کہ جب دو چیزوں کی مدت ایک بیان ہو تو وہ ہر ایک کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتی ہے تو گویا کہ حمل کی مدت بھی اڑھائی سال اور رضاعت کی مدت بھی اڑھائی سال ہے۔

دوسری عقلی دلیل: بچے کے لئے تغیر غذا ضروری ہے تا کہ دودھ کے ذریعے نشوونما منقطع ہو کہ دوسری چیز سے حاصل ہو سکے پس اس تغیر غذا کے لئے اتنی مدت کافی ہو گی جس میں بچہ دودھ کے علاوہ دوسری چیزوں کا عادی ہو سکے اب امام ابو حنیفہؒ نے اس کی ادنیٰ مدت کو حمل کے ساتھ مقدر کیا ہے اس لئے کہ یہ مدت غذا کو بدل دینے والی ہے اور مدتِ غذا کی تبدیلی کے لئے چھ ماہ کی مدت درکار ہے اس لئے چھ ماہ کو دو سال اصل مدتِ رضاعت سے ملا دینے سے اڑھائی سال بنتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب: ان آیات میں جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مدتِ رضاعت نہیں بلکہ استحقاق اجرت کا بیان ہے اور وہ دو سال ہے اور اس پر قرینہ "وعلى المولودله رزقهن" یعنی وہ عورتیں جو بچے کو دودھ پلاتیں ہیں ان کو اجرت دو سال تک دی جائے گی۔ ظاہر ہے اس سے مراد بیویاں نہیں ہیں کیونکہ ماں تو اپنے بیٹے کو ویسے ہی دودھ پلائے گی۔ لہٰذا ''والوالدت'' سے مراد مطلقہ ہے۔

دوسری دلیل کا جواب: اس کا جواب بھی یہی ہے کہ دو سال کی رضاعت سے مستحق اجرت ہو گی کیونکہ صحیح روایت میں '' لاتحرم '' کی بجائے ''لارضاع'' کالفظ ہے۔[12]

صاحب خیر المفاتیح کا موقف: لکھتے ہیں کہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بڑی عمر میں مدتِ رضاعت ختم ہو جانے کے بعد کسی عورت کا دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور وہ شخص جو اس وقت ع حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور جسے حضرت عائشہؓ نے اپنا دودھ شریک بھائی کہا تھا اس نے دراصل بڑی عمر میں دودھ پیا تھا اور چونکہ بڑی عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اس لئے حضور ﷺ کو ان کا حضرت عائشہ کے پاس بیٹھنا ناگوار ہوا۔ اکثر علماء کے نزدیک شیر خوارگی کی مدت دو سال ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی سال کی عمر تک رہتی ہے۔

تجزیہ:

- صاحب خیر المفاتیح نے اس حدیث کی شرح میں بہت زیادہ اختصار سے کام لیا ہے جبکہ صاحب خیر التوضیح نے اس کی مفصل شرح کی ہے۔
- صاحب خیر التوضیح نے علماء کی آرا کا ذکر کیا ہے اور دلائل بھی تفصیلاً دیئے ہیں نیز امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ صاحب خیر المفاتیح نے محض علماء کی آراء پر اکتفاء کیا ہے۔

3. **باب الصداق۔۔۔۔ مہر کا بیان:**

کم از کم مہر کی مقدار:"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَةٍ مِلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيقًا أَوْ تَمْرًا فَقَدْ اسْتَحَلَّ"»[13] حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کے حق مہر میں اپنے دونوں ہاتھ بھر کر ستو یا کھجور دے دی تو اس نے اس عورت کو اپنے لئے حلال کر لیا۔

شرح:

صاحب خیر التوضیح کا مؤقف: مسئلہ: کم از کم مہر کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟۔ اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ اکثر مہر کی مقدار متعین نہیں ہے۔ جتنا مقرر کر لیا جائے اس کی ادائیگی واجب ہوگی البتہ فخر مباحات کے لئے زیادہ رکھنا مکروہ ہے۔ اختلاف اس صورت میں ہے کہ اقل مہر کی کوئی تعیین ہے کہ نہیں اگر ہے تو کتنی اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

i. **قول اول:** امام شافعیؒ اور امام احمد کے نزدیک اقل مہر کی کوئی تحدید نہیں ہر وہ چیز جو ثمن بننے کے قابل ہو وہ مہر بن سکتی ہے یا جس مقدار پر زوجین راضی ہو جائیں چاہے کم ہو یا زیادہ گویا ان کے نزدیک نکاح بیع کی طرح ہے۔

ii. **قول ثانی:** امام مالک کے نزدیک مہر کم سے کم ربع دینار ہونا چاہیے۔

iii. **قول ثالث:** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کم سے کم دس درہم ہونا چاہیے۔

امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کی پہلی دلیل: یہی حدیث الباب ہے: مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَةٍ مِلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيقًا أَوْ تَمْرًا فَقَدْ اسْتَحَلَّ

دوسری دلیل: عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى نَعْلَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَضِيتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَجَازَهُ.[14] بنی فزارہ کی ایک عورت نے ایک جوتے کے جوڑے پر ایک شخص سے نکاح کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی پہلی دلیل: دار قطنی میں حضرت جابرؓ کی حدیث:"حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ , نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قُتَيْبَةَ , نا ابْنُ نُمَيْرٍ , حَدَّثَنِي ابْنُ النَّصْرِ هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ الْأَشْجَعِيِّ , قَالَ: قُلْتُ لِسُفْيَانَ: حَدِيثُ دَاوُدَ الْأَوْدِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ , عَنْ عَلِيٍّ: «لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ» .[15] کہ دس درہم سے کم مہر نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل: دار قطنی میں حضرت علیؓ کی روایت:"حدثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْيَسَعِ , عَنْ جُوَيْبِرٍ , عَنِ الضَّحَّاكِ , عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ , عَنْ عَلِيٍّ , قَالَ: «لَا تُقْطَعُ الْيَدُ إِلَّا فِي عَشَرَةِ دَرَاهِمَ , وَلَا يَكُونُ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ»[16] کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ لہٰذا عورت کا بضع بھی کم از کم دس درہم کے بدلے میں ہونا چاہیے۔

امام مالکؒ کی دلیل: چوری میں ربع دینار کے بدلے میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اس لئے ایک عضو کا بدلہ ربع دینار ہوگا۔

امام شافعیؒ کے دلائل کے جوابات:

- ان سب کا مشترکہ جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے مقابلے میں خبرِ واحد سے استدلال درست نہیں یا یہ سب کچھ اس زمانہ میں تھا جب بغیر مہر کے نکاح جائز تھا۔ لیکن پھر منسوخ ہو گیا۔
- کہ یہ سب احادیث مہر معجل یا مہر علی الفور بطورِ تحفہ کے بارے میں ہیں مطلق مہر کے بارے میں نہیں

- عند البعض ابتداء اسلام میں مہر کی اقل مقدار کم تھی پھر آہستہ آہستہ زیادہ ہوتی رہی۔ پہلے لوہے کی انگوٹھی بھی مہر بن سکتی تھی پھر ربع دینار ہوگی اس طرح بڑھتے بڑھتے استقرار درہم تک ہوگیا۔

امام مالکؒ کی دلیل کا جواب: قطع ید کے متعلق خود احادیث مختلف ہیں بعض روایات میں دس درہم کا ذکر آیا ہے جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے:"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ، ثنا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ الضَّبِّيُّ، ثنا الْمَسْعُودِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «لَا تُقْطَعُ الْيَدُ إِلَّا فِي دِينَارٍ أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ» [17] اور اسی کو احناف نے راجح قرار دیا لہٰذا اسی پر قیاس کرنے سے احناف کی تائید ہوگی نہ کہ مالکیہ کی۔[18]

صاحب خیر المفاتیح کا موقف: مؤلف اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: رفع تعارض کے پیش نظر اس حدیث کو بھی مہر معجل پر محمول کیا جائے گا۔ ایک جوڑ جوتی پر نکاح والی حدیث امام شافعیؒ کے مسلک کی دلیل نہیں ہوسکتی اور ویسے بھی یہ حدیث ضعیف ہے۔[19]

- صاحب خیر التوضیحؒ نے اس حدیث کی تفصیلاً تشریح کی ہے۔ لیکن خیر المفاتیح میں اس کی تشریح بہت قلیل ہے۔
- صاحب خیر التوضیحؒ نے اس ضمن میں علماء کے اختلافات کا تذکرہ کیا ہے پھر ہر ایک کے دلائل پیش کیے ہیں اور احناف کو ترجیح دی ہے اور وجوہِ ترجیح بھی پیش کی ہے۔ جبکہ خیر المفاتیح میں تعارض کا ذکر کیا ہے اور علماء کی آراء یا دلائل کا تذکرہ نہیں کیا۔
- صاحب خیر التوضیحؒ کی اس حدیث کی شرح مدلل اور آسان فہم ہے جبکہ خیر المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں ابہام پایا جاتا ہے

4. **باب الخلع والطلاق:**"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الكُفْرَ فِي الإِسْلاَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْبَلِ الحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً"[20] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ثابت بن قیس پر نہ غصہ کرتی ہوں اور نہ ان کے اخلاق اور دین پر عیب لگاتی ہوں لیکن میں کفر کو اسلام میں پسند نہیں کرتی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ واپس کردے گی اس نے کہا! جی ہاں آپ ﷺ نے ثابت کو کہا کہ تو اپنا باغ واپس لے لے اور اس کو ایک طلاق دے دے۔

شرح:

صاحب خیر التوضیح کا موقف: ثابت بن قیس کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا بہت خوبصورت اور تھیں جبکہ ثابت بن قیس چھوٹے قد کے اور زیادہ خوبصورت بھی نہ تھے۔ ان کی بیوی ان کو پسند نہ کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت ثابت کو آپ ﷺ نے مصلحتاً یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ اولیٰ اور افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تاکہ بوقتِ ضرورت رجوع کیا جاسکے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلع فسخ نکاح نہیں ہے بلکہ طلاق ہے۔ چنانچہ خلع میں عورت کا کام ہوتا ہے خاوند کو طلاق کے بدلے میں مال دینا اور خاوند کا کام ہوتا ہے مال کے بدلے طلاق دینا۔ اس بارے میں صاحبِ کتاب نے مسئلہ بھی پیش کیا ہے۔

مسئلہ: خلع کی شرعی حیثیت کیا ہے خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

قولِ اول: امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

قولِ ثانی: امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک خلع طلاق ہے۔

امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کی پہلی دلیل: آیات قرآنی: "الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان". [21] "فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" ۔ [22] ۔ ان آیات میں پہلے دو طلاقوں کا ذکر کیا پھر اس کے بعد "فیما افتدت" سے خلع کا ذکر کر کے اگر لامحالہ خلع کو طلاق کہہ دیا تو چار طلاقیں ہوں گی۔ حالانکہ طلاقیں تو تین ہی ہوتی ہیں۔

دوسری دلیل: ثابت بن قیسؓ کی بیوی نے خلع کیا تھا تو آپ ﷺ نے اس کی عدت ایک حیض قرار دیا حالانکہ طلاق کی عدت تین حیض ہوتی ہے تو معلوم ہوا خلع طلاق نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک کی پہلی دلیل: بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے

يَا ثَابِتُ اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلع طلاق ہے۔

دوسری دلیل: حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے یہی منقول ہے کہ خلع طلاق ہے۔

امام احمدؒ و امام اسحاقؒ کی حدیث کے جوابات: "فا ن طلقها "میں بلاعوض طلاق کا ذکر ہے جبکہ خلع میں طلاق بالعوض کا ذکر آیا ہے لہٰذا خلع پہلی دو طلاقوں کے اندر داخل ہے۔ دو کے علاوہ الگ کوئی طلاق نہیں ہے، لہٰذا" فان طلقھا" میں تیسری طلاق کا ذکر ہے جس کے بعد بلا تحلیل عورت زوج اول کے لئے حلال نہ ہو گی لہٰذا اس سے استدلال پورا نہیں ہوا۔[23]

صاحب خیر المفاتیح کا مؤقف: خیر المفاتیح میں اس حدیث کی شرح مفصل ہے۔ حدیث کا ترجمہ لکھنے کے بعد اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف لکھا ہے الفاظ یہ ہیں امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے مشہور قول کے مطابق خلع کرنے سے نکاح فسخ ہو جائے گا اور میاں بیوی دونوں کی جدائی ہو جائے گی۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خلع کے عمل سے عورت پر ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی پھر ان کے دلائل کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[24]

- دونوں شارحین (مولانا شبیر الحق کشمیریؒ، مفتی عبد الرشیدؒ) نے اس حدیث کی شرح تفصیل سے بیان کی ہے۔
- علماء کے اختلاف کا تذکرہ کرنے کے بعد دلائل دونوں نے پیش کیے ہیں البتہ خیر التوضیح میں دلائل زیادہ پیش کیے گئے ہیں۔
- خیر المفاتیح کے مؤلف نے (حیضۃ) کی تشریح نہایت آسان فہم انداز میں کی ہے۔
- خیر التوضیح میں حدیث ذکر کرنے کے بعد اس میں موجود واقعہ تفصیل سے پیش کیا ہے۔
- دونوں شروحات میں ترجیح امام ابو حنیفہؒ کے قول کو دی گی ہے۔ ترجیح کی وجوہ کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔
- خیر التوضیح میں حدیث کے جوابات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

5. **باب العدۃ:**

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: طُلِّقَتْ خَالَتِي، فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا، فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «بَلَى فَجُدِّي نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي، أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا»[25] حضرت جابرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں تھیں انہوں نے ارادہ کیا کہ (باہر سے) کھجوریں توڑ کر لائیں۔ ایک شخص نے ان کو نکلنے سے منع کیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور اپنے درخت سے کھجوریں توڑ لاؤ شاید کہ تم وہ کھجوریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو یا ان کے ذریعے احسان کرو۔

تشریح:

صاحب خیر التوضیح کا مؤقف: مفتی عبد الرشیدؒ لکھتے ہیں: **مسئلہ** معتدۃ الوفاۃ اکثر علماء کے نزدیک گھر سے باہر دن کو نکل سکتی ہے کیونکہ وہ اپنے نفقہ کی خود ذمہ دار ہے البتہ رات اپنے گھر میں گزارے اور معتدہ مطلقہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں اس میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اول: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک دن میں مطلقاً نکل سکتی ہے خواہ کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو اور رات میں بغیر ضرورتِ شدیدہ نکلنے کی اجازت نہیں۔

قولِ ثانی: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دن رات میں بغیر کسی ضرورتِ شدیدہ کے نہیں نکل سکتی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: یہی حدیث الباب ہے؛ فَقَالَ: «بَلَى فَجُدِّي نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي، أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا» کہ تمہا رے لئے دن میں گھر سے نکل کر باغ سے پھل توڑنا جائز ہے کہ اس سے تم نیک کام کروگے اس سے **معلوم** ہوا کہ مطلقاً نکل سکتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی پہلی دلیل: ''ولو يخرجن الا ان يا تين بفا حشته مبينه ''-**امام صاحب اس آیت کے عموم سے استدلال** کرتے ہیں اس آیت میں مطلقہ کو انقضاء عدت سے پہلے نکلنے سے صریح نہی آئی ہے قرآن کریم کے اس **قطعی عموم** میں حضرت جابرؓ کی خبر واحد کی وجہ سے تخصیص و تقیید نہیں کی جاسکتی۔

دوسری دلیل: قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مطلقہ کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہ ہو کیونکہ متوفی عنھا زوجھا تو کبھی اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر جاسکتی ہے لیکن مطلقہ کا نفقہ تو خاوند کے ذمہ ہے لہٰذا اس کو باہر نکلنے کی کوئی اجازت نہیں۔[26]

خیر المفاتیح میں مولانا شبیر الحق کا مؤقف:

صاحب کتاب نے اس حدیث کی شرح نہایت مختصر کی ہے لکھتے ہیں: "آپ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ کھجوریں اتنی مقدار میں ہو جائیں گی کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے تم ان کی زکوٰۃ ادا کروگی اور اگر بقدر نصاب نہیں ہوں گی تو پھر تم ان کے ذریعہ احسان و سلوک کروگی بایں طور کہ اپنے ہمسایوں اور فقراء کو نفل صدقہ کے طور پر دوگی یا لوگوں کے پاس بطورِ تحفہ بھیجوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ صدقہ کرتیں تو ان کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہ ہوتا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو اپنی کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں"۔[27]

تجزیہ:

- صاحب خیر التوضیح نے اس حدیث مبارکہ کی شرح تفصیلاً کی ہے جبکہ خیر المفاتیح میں اس کی شرح میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔
- خیر التوضیح میں اس کی شرح میں علماء کے اقوال کا ذکر کیا گیا ہے ان کے اختلافات کو ذکر کرنے کے بعد ان کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔
- خیر المفاتیح میں علماء کے اقوال اور دلائل کا تذکرہ نہیں ہے صرف امام نوویؒ کا قول ذکر کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں " امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو اپنی کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں"۔
- خیر المفاتیح میں حدیث کی توضیح کے لئے حدیث الباب کے جوابات کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ بہت زیادہ اختصار سر کام لیا گیا ہے
- خیر التوضیح میں حدیث الباب کے جوابات تحریر کیے گئے ہیں جو یہ ہیں:

i. یہ حدیث احکام عدت کے نزول سے پہلے کی ہے بعد میں عدت کا حکم نازل ہونے کی وجہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

ii. کہ حضرت جابرؓ کی خالہ خروج کے لئے محتاج ہوں کہ انہوں نے اپنے زوج سے عدت کے نفقہ کے بدلے میں خلع کر لیا ہو اسلئے عدت میں اب وہ نفقہ کے لئے محتاج ہوں گی اور ایسی صورت میں ہمارے ہاں بھی خروج جائز ہے۔

iii. یہ خبر واحد ہے جو قرآن کے مقابلے میں معتبر نہیں ہے۔

iv. خود حضرت جابرؓ کا فتویٰ اپنی روایت کے خلاف ہے کہ معتدۃ الطلاق اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی۔

- خیر التوضیح میں ترجیح احناف کے قول کو دی گئی ہے۔

حاصل کلام:

شریعتِ مطہرہ کا قرآن پاک کے بعد سب سے بڑا ماخذ احادیث رسول ﷺ ہیں۔ حق تعالیٰ نے جس طرح اس امت کے لیے حفظ قرآن کی نعمت کو آسان فرمادیا اسی طرح اس امت کے لیے علم حدیث کو بھی رائج فرمادیا۔ حدیث کی عظمت وفضیلت اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت کے پیشِ نظر حدیث کی حفاظت وصیانت اور کتابت کا اہتمام زمانۂ رسالت ہی سے کیا گیا؛ چنانچہ احادیث کی تحریر سے قطعِ نظر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علم حدیث کے اصول اور حفظ وضبط کے لیے اللہ کی عطا کردہ غیر معمولی حافظہ کی تیزی اور ذہن کی سلامتی کا سہارا لیا۔ مشکوۃ شریف فن حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے، جو کتب حدیث کی جامع ہے۔ اسکی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب و عجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے عربی، فارسی اوراردو زبانوں میں اس کی بہت سی شروحات لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن اس مقالے کے لیے دو اہم اردو شروحات خیر التوضیح اور خیر المفاتیح کا انتخاب کیا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی شروح میں کوئی ایسی اُردو شرح اس حُسن ترتیب کے ساتھ ہماری نظر سے نہیں گزری، اس شرح "خیر المفاتیح "میں مؤلف نے حدیث پاک کے مشکل الفاظ کی توضیح کی ہے۔ سوال وجواب کے ذریعے مشکل ابحاث کو آسان بنایا ہے جدید فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ متعلقہ حدیث کے تحت فقہاء کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کیے ہیں نیز مؤلف نے حدیث کے راویوں کے مختصر احالات بیان کیے ہیں۔ الغرض خیر التوضح و خیر المفاتیح میں احادیث رسول ﷺ کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا اور نہایت آسان الفاظ میں اس کا ترجمہ اور تشریح کی گئی ہے۔

نتائج تحقیق:

"خیر التوضیح اور خیر المفاتیح" ایسی شروحات ہیں جسے باقاعدہ طور پر درسی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ ایک نوجوان عالمِ دین کے قلم سے ایسی مبسوط، مدلل، اور حسن ترتیب سے مزین شرح کی تکمیل قابلِ تحسین ہے۔ الغرض یہ شروحات اسی سلسلے کی ایک زرّین کڑی ہے جس میں ہزاروں صفحات کا عطر کشید کیا گیا ہے۔ اساتذہ وطلبہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ عبارت پر اعراب، عام فہم ترجمہ، بیان وتوضیح مسالک، ترجیح مذہب حنفی، دیگر مسالک کے دلائل سے جوابات، مشکل صیغہ کا صرفی ونحوی حل، ابواب کا باہم ربط و تعلق اور اکابرین کے علوم سے استفادہ کی خوبیان اس تقاضا کی پوری رعایت کو جلوہ میں لئے ہوئی ہے۔ ان شروحات کا انتخاب کرنے کی وجہ ان کا انتہائی سہل اور آسان اندازا ہے۔ ان شروحات پر تحقیقی کام کرنے کی وجہ ان کی خوبیوں کو بیان کرنا اور ان کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانا ہے۔

تجاویز و سفارشات:

- ان شروحات کو منتخب کرنے کی وجہ اس میں مذکور احادیث کو جامعیت اور مستند انداز سے بیان کرنا ہے۔ تاکہ امتِ مسلمہ اس کی اہمیت سے واقفیت حاصل کر سکیں اور اس کی روشنی میں اپنی دنیا و آخرت کو کامیاب کر سکیں۔ احادیث رسول ﷺ سے گہری وابستگی اور محبت قائم کر سکیں۔
- خیر التوضیح اور خیر المفاتیح کو اس کی دیگر خوبیوں کے سات آسان فہم ہونے کی بنیاد پر درسی کتب کے نصاب میں شامل کرنا چاہیے۔ دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے کہ حدیث کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کام کیا جائے تاکہ ہر خاص و عام ان انمول ذخائر سے مستفید ہو سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

[1] البخاري، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب في النکاح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن، ح:6968
Al Bukhāri, Muhammad bin Ismāeel, Imām, Sahih ali bukharim bab un Nikāh, Baāb fi Nikāh, Dār ul Kutb al Ilmiyāh, Beruit, H 6968

[2] عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، حاشية السندي على سنن النسائي، کتاب النكاح ،باب النكاح، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، 1986ء، ح:3260
Al Siyuti, Abdul Reh ān bin Abu Bākr, Mātbu al Sunān, Kitāb un Nikāh, Baāb un Nikāh, Maktāb al Mātbuaāt al Islamiā , Halb, 1986, H 3260

[3] الفوائد، کتاب النکاح، باب النکاح ح:1441
Al Fāwai'd, Kitāb un Nikāh, Baāb un Nikāh, H 1441

[4] راو محمد ندیم؛ مترجم، مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوۃ المصابیح ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س۔ن، 204/6
Rao Muhammad Nadeem, Mirqa' āt ul Mufāteeh Shārāh Mishkaāt ul Musābeeh, Maktābāh Rehmāniā, Lahore, 204/6

[5] مفتی عبد الرشید، خیر التوضیح، جامع اردو شرح مشکوۃ المصابیح، ادارہ اشاعت الخیر ، ملتان، ۱۴۲۴ ہجری، 4/ 58-56
Mufti Abdul Rāsheed, Khāir ul Touzeeh, Idārh Ishaāt ul Khāir, Multan, 1424h,v4,p 58

[6] شبیر الحق کشمیری، خیر المفاتیح، جامع اردو شرح مشکوۃ المصابیح، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۹ ہجری، 4/ 63-62
Shabbir ul Hāq Kāshmiri, Khāir ul Mufāteeh, Idarāh Tāleefāt e Ashrfiyā, Multan, 1429 h, v 4, p 62-63

[7] أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصرى، مسند أبي داود الطيالسي، کتاب النکاح، باب: مسروق عن عائشة، دار هجر، مصر، 1999 م، ح:1515
Abu Dāwood Sulaimān bin Ashās, Musnād Abu Dāwood, Kitaāb un Nikāh, Baāb Māsrooq a'an Aisha, Dār e Hijr, Egypt, 1999, H 1515

[8] الاحزاب:5
Al Ahzāb :5

[9] البقرۃ 2:233: کہ مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں۔
Al Bāqrāh:2;233

[10] الاحقاف:15
Al Ahqaāf:15

[11] البقرۃ 2: 233
Al Bāqrāh :2:229

[12] خیر التوضیح، 4/ 85-84
Khāir ul Touzeeh, 84-85/4

[13] : أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب: قلة المهر، المكتبة العصرية، صيدا – بيروت، س ن، ح:2110
Abu Dāwood Sulaimān bin Ashās, Sunān Abu Dāwood, Kitaāb un Nikāh, Baāb Qilātul Māhr, Al Māktabāh al Asriyā, Beruit, H 2110

[14] ابو عیسی محمد بن عیسی، الترمذی، سنن الترمذي، کتاب النکاح، باب: ماجاء في مھور النساء ، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸، ح:1113
Abu Isā Muhammad bin Isā, Sunān Tirmāzi, Kitaāb un Nikāh, Baāb ma ja'a fi Māhur un Nisā, Dar ul Ghārb al Islāmi, Beruit, 1998, H 1113

[15] أبو الحسن علي بن عمر الدار قطني، سنن الدار قطني، كتاب النكاح: باب المهر، مؤسسة الرسالة، بيروت–لبنان، 2004م، ح: 3610
Abu al Hasan Ali bin Umar, Sunān Dār Qutni, Kitaāb un Nikāh, Baāb al Māhr, Moassisāh al Risalāh, Beruit, 2004, H 3610

[16] ایضاً، ح: 3452
Ibid

[17] سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني، المعجم الكبير، كتاب النكاح: باب المهر، مكتبة ابن تيمية–القاهرة، س۔ن، ح: 9743
Al Tibrāni, Sulaimān bin Ahmad, Al Moujām al Kābir, Kitaāb un Nikāh, Baāb al Māhr, Maktbāh ibn e Tāmiyāh, Qāiro, H 9743

[18] خیر التوضیح، 4/107-108
Khāir ul Touzeeh, 107-108/4

[19] خیر المفاتیح، 4/107
Khāir ul Mufāteh, 107/4

[20] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب: الخلع وکیف الطلاق فیہ، ح: 5273
Sāhih Bukhāri, Kitaāb ul Talāq, Baāb al Khulā wa kaifā al Talāq, H 5273

[21] البقرۃ 2:229
Al Bāqrāh 2:229

[22] البقرۃ 2:230
Al Bāqrāh 2:230

[23] خیر التوضیح، 4/144-145
Khāir ul Touzeeh, 144-145/4

[24] خیر المفاتیح، 4/143
Khāir ul Mufāteh, 143/4

[25] مسلم بن حجاج القشیری، امام، الجامع الصحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب: جواز الخروج المعتدۃ البائن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن، ح: 1483
Muslim bin Hujāj al Qushāiri, Al Jāmeh al Sāhih al Muslim, Kitaāb ul Talāq, Baāb Jawāz al Khurouj al Moetdāh al Bāyen, Dār al Kutb al Ilmiyāh, Beruit, H 1483

[26] خیر التوضیح، 4/187
Khāir ul Touzeeh, 187/4

[27] خیر المفاتیح، 4/175
Khāir ul Mufāteh, 175/4